سودخوار طبقے کے ہاتھ میں ہے۔ اس نظام کے بانی گو یہودی اور ہندو مہاجن ہیں لیکن اب پورا عیسائی یورپ اس پر عمل پیرا ہے اور جدید اقتصادی نظام کی تو گویا یہ ریڑھ کی ہڈی سود ہے۔ ستم یہ ہے کہ اب خود مسلمانوں کے اندر بھی یہ نظام اتنا رچ بس چکا ہے کہ جونہی غیر سودی معاشی نظام کا تجربہ کرنے کی کوئی آواز اٹھتی ہے، سودخوار طبقے اس کی مخالفت کرنے اور اسے ناقابل عمل قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمیشہ انسانی تاریخ میں جہد للبقا کی جنگ لڑی گئی ہے اور اس جنگ میں ہمیشہ بقا اُسے نصیب ہوئی ہے جو انفع اور اصلح تھا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ سودی نظام اور غیر سودی نظام کی باہمی کشمکش میں آخر کار دنیا غیر سودی نظام کو قبول نہ کرے، جو ظاہر ہے کہ سودی نظام کے مقابلے میں انفع اور اصلح ہے۔

**پہلا تجربہ**

غیر سودی بنکاری کا سب سے پہلا تجربہ سوشل سیکورٹی بنک آف مصر کی شکل میں ہوا۔ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ رباط ۱۹۶۹ء کے فیصلے کے تحت جب جدہ میں اسلامی سیکرٹریٹ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کے اندر ایک شعبہ اس غرض کے لیے کھولا گیا کہ وہ غیر سودی بنکاری کے امکانات و مسائل کا مطالعہ کرے۔ چند مصری ماہرین نے اس موضوع پر خصوصی توجہ دی، اور انہوں نے "مصری مطالعہ برائے اسلامی بنکاری" کے نام سے ایک جامع دستاویز مرتب کی۔ اصل تجویز تو یہ تھی کہ اسلامی سیکرٹریٹ کی سرپرستی میں ایک اسلامی بنک کھولا جائے گا، مگر مصری ماہرین نے عملی اقدام کر ڈالا اور قاہرہ میں ۱۹۷۲ء میں غیر سودی بنیادوں پر سوشل سیکورٹی بنک قائم کر دیا۔ آخر کار شاہ فیصل مرحوم کی خصوصی توجہ کی بدولت ۱۹۷۵ء میں جدہ میں دوسرا غیر سودی بنک "اسلامی ترقیاتی بنک" کے نام سے کھولا گیا۔ یہ بنک مسلم حکومتوں کے اشتراک و تعاون سے قائم ہوا تھا۔ اور اس سے استفادہ کرنے والے بھی افراد نہیں بلکہ حکومتیں ہی ہیں۔ لیکن چونکہ عالمِ اسلامی کی سطح پر غیر سودی بنکاری کے تجربے کا آغاز ہو رہا تھا۔ اس لیے اس کی متعدد حلقوں کی طرف سے شدید مزاحمت کی گئی۔

سعودی عرب کے ایک اسلام پسند مخلص تاجر شیخ احمد صلاح جمجوم جو اس میدان میں شروع سے بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسلامی بنکوں کے قیام کی تاریخ میں ہرگز فراموش نہیں کر سکتا۔ اس تاریخ کا آغاز

اُس وقت سے ہوتا ہے جب مرحوم شاہ فیصل نے اسلامی بنک کے قیام کا مصمم ارادہ کرلیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب جدہ میں اسلامی کانفرنس کے اجلاس ختم ہوئے تو جدہ میں سودی بنکوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بھرمار ہونے لگی اور وہ شب و روز اس امر کے لیے کوشش کرنے لگے کہ اسلامی بنکاری کی مساعی کو پراگندہ کردیں۔ اس طرح کا خیال رکھنے والوں کو الجھادیں اور اسلامی بنک کی کامیابی کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات اور وسوسے پھیلائیں۔ اسلامی ترقیاتی بنک کے قیام کی قرارداد صادر ہونے کے بعد فرانس کے بعض اخبارات اور رسائل نے یہاں تک لکھا کہ:۔

"اگر اسلامی بنک اپنی صحیح شکل میں قائم ہوگیا تو یہ مغرب کے لیے ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا۔ یہ لوگ درحقیقت دین کے دشمن ہیں بڑی سرگرمی سے اپنا زہریلا پروپیگنڈہ کرتے رہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے عزائم میں پوری طرح کامیاب ہوگئے لیکن وہ اس میں ضرور کامیاب ہوگئے کہ جس مقصد کے لیے اسلامی ترقیاتی بنک قائم کیا گیا تھا اُسے بڑی حد تک مجروح کردیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس بنک نے کم از کم وقت میں جو مہمات و فرائض انجام دینے تھے اور جو نشوونما حاصل کرنی تھی وہ نہ ہوسکی۔"

(روزنامہ المدینہ۔ جدہ شمارہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء)

ایک طرف سودخوار مہاجنوں کا گروہ ہے جو بالفعل دنیا کے اندر سرمایہ کاری کے نظام پر چھایا ہوا ہے اور وہ اپنے ذوقِ سودخوری سے ہرگز دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے، مگر دوسری طرف مسلمانوں کے اندر ایسے خدا کے بندے بھی بکثرت موجود ہیں جو صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ چاہتے ہیں کہ سود کی لعنت سے محفوظ رہیں اور سود کی شکل میں خدا و رسولؐ کے خلاف جو جنگ برپا ہے اس میں شریک نہ رہیں۔ چنانچہ اسی خواہش کی بدولت اسلامی ترقیاتی بنک وجود میں آئے۔ اور پھر مسلم ماہرینِ اقتصاد کی لگاتار کوششوں کے بل پہ مسلم ممالک کے اندر جگہ جگہ اسلامی بنکوں کے اجراء کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

**تین مزید غیرسودی بنک**

۱۹۷۵ء ہی میں دبئی میں وہاں کے ایک مشہور تاجر جناب احمد سعید لوتاہ نے اپنے کاروباری شرکاء کے ساتھ مل کر "اسلامی بنک آف دبئی" کے قیام کا اعلان کردیا۔ اس کا ابتدائی

سرمایہ ۵۰ ملین درہم تھا جو ایک لاکھ کھاتوں میں تقسیم کیا گیا۔ متحدہ عرب امارات، قطر اور کویت کے مسلمان سرمایہ داروں نے اس بنک کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ اور اب یہ بنک مختلف تجرباتی ادوار سے گذر کر اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے۔

پھر ایک سال کے وقفے سے جب ۱۹۷۶ء کا آغاز ہوا تو اسلامی بنکوں کے قیام کا فرض سعودی عرب کے ایک نیک طینت شہزادے شاہ فیصل مرحوم کے لڑکے امیر محمد الفیصل نے سنبھال لیا۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء میں اُن کی اور اُن کے چند صحیح الفکر رفقاء کی مساعی حمیدہ سے ایک اسلامی بنک قاہرہ میں "فیصل اسلامی بنک آف مصر" کے نام سے اور دوسرا اسلامی بنک خرطوم میں "فیصل اسلامی بنک آف سوڈان" کے نام سے جاری کر دیا گیا۔ مصر کا فیصل اسلامی بنک آٹھ ملین ڈالر کے سرمائے سے قائم ہوا۔ اس سرمائے کو ۸۰ ہزار حصص میں تقسیم کیا گیا۔ اس میں ۵۱ فیصد حصے مصریوں کے لیے اور ۴۹ فیصد حصے سعودی شہریوں کی ملکیت قرار پائے۔ اس کے مقابلے میں سوڈان کے فیصل اسلامی بنک کا ابتدائی سرمایہ دس ملین سوڈانی پاؤنڈ تھا۔ اور یہ سرمایہ ایک ملین حصص میں تقسیم ہوا۔ غیر سوڈانی مسلمانوں کو بھی اس کے حصص خریدنے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ اس بنک کے چالیس فیصد حصص سوڈانیوں کے لیے۔ چالیس فیصد سعودی باشندوں کے لیے اور بیس فیصد دیگر مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دیے گیے۔

**سوڈانی بنک کا پس منظر** یہ دونوں بنک بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ فیصل اسلامی بنک آف سوڈان کی خود سوڈان کے اندر تین مزید شاخیں کھل چکی ہیں۔ یہ بنک صنعت وحرفت کے میدان میں اصولِ شراکت کے تحت سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ سوڈان کی ام درمان اسلامی یونیورسٹی کے تحت فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے ڈین ڈاکٹر حامد یوسف العالم سوڈان میں اسلامی بنک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسلام کو ایک جامع نظامِ زندگی کی حیثیت سے روبکار لانے کے لیے جب خواہش اُبھری تو اس کے ساتھ ہی اسلامی بنکوں کے قیام کا نظریہ اُبھرا۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے کہ سوڈان کی اُم درمان اسلامی یونیورسٹی میں اسلامی اقتصادیات کے لیے ایک مستقل شعبہ قائم کر دیا گیا، نیز خود یونیورسٹی کی طرف سے یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ اُم درمان شہر میں ایک اسلامی بنک بھی کھولا جائے۔ ڈاکٹر احمد النجار، جو اب اسلامی بنکوں کے

بین الاقوامی ادارے کے ڈائرکٹر منتخب کیے جاچکے ہیں، شعبۂ اقتصادیات کے سربراہ تھے، اُن کی کوششیں اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعبۂ اقتصادیات سے کئی ایسے نوجوان فارغ ہوکر نکلے جو اسلامی اقتصادیات اور جدید اقتصادی نظام دونوں میں مہارت حاصل کرچکے تھے۔ ۱۹۷۵ء میں فیصل اسلامی بنک خرطوم میں کھول دیا گیا۔ اس بنک کے معاملات کی نگرانی کے لیے ایک شرعی بورڈ بھی قائم کیا گیا جس کا میں بھی (یعنی ڈاکٹر حامد یوسف العالم) ایک رکن ہوں۔ بنک کے ملازمین کی طرف سے ہمیں متعدد مشکلات کا سامنا ہوا۔ کیونکہ وہ فقہِ اسلامی کے احکام اور اصطلاحوں سے نابلد تھے۔ چنانچہ ہم نے انھیں شریعت کے احکام و تصورات اور اسلامی فقہ کی اصطلاحات سے روشناس کرانے کے لیے کئی تربیتی کورس جاری کیے جو ان لوگوں کے لیے بڑے مفید ثابت ہوئے اور ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ شرعی احکام کو وہ کس طرح بنک کے مختلف کاموں پر منطبق کریں"۔

(المدینہ - جدہ - شمارہ ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء)

ڈاکٹر یوسف حامد العالم ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز (اُم درمان یونیورسٹی) محض ایک روایتی مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ وہ سوڈان کی اسلامی تحریک کے اہم ستون ہیں۔ اسلامی فقہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور سوڈان کے اندر اسلامی نظام کے قیام میں نہایت مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

**حوصلہ افزا نتائج**

فیصل اسلامی بنک سوڈان کی تازہ ترین رپورٹ جو عرب اخبارات میں چھپی ہے اس میں بنک کی ترقی اور کامیابی کا جو حجم پیش کیا گیا ہے وہ بنکاری کی دُنیا میں ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ ہفت روزہ الدعوۃ ریاض شمارہ یکم جون ۱۹۸۱ء کے مطابق گذشتہ سال اور سال رواں کے اندر بنک کے کاروبار کا دائرہ ایک ہزار دو سو فیصد کے حساب سے پھیلا۔ اصل سرمایہ پر جو منافع ہوا۔ وہ ۴۵۰ فی صد ہے۔ یہ تمام منافع کھاتے داروں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کا صرف ۲۰ فی صد تقسیم کیا گیا ہے۔ اس طرح سے بنک کا سرمایہ پانچ گناہ بڑھ گیا۔ اور سرکاری بنکوں کے بعد فیصل اسلامی بنک سوڈان کا سب سے بڑا بنک بن گیا ہے۔ سوڈانی اقتصادیات کو بھی اس بنک کے ذریعے تجارت اور کاروبار کے میدان میں بڑی تقویت پہنچی ہے۔

قاہرہ کے فیصل اسلامی بنک نے بھی ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۱ء کی جو رپورٹ شائع کی ہے۔ اس سے

بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مصری مسلمانوں کے اندر اس کی شہرت ومقبولیت روز افزوں ہے۔ قاہرہ برانچ کی رپورٹ کے موجب سرمایہ کاری کے کھاتے میں سالانہ آمدنی ۱۲٫۰۳ فیصد ہوئی۔ اصل سرمایہ پر آمدنی مع زکوٰۃ ۱۶٫۴۹ فیصد اور زکوٰۃ نکال کر ۱۴٫۱۰ فیصد ہوئی۔ مالی ذرائع میں اضافہ ۴۵ فیصد ہوا۔ نئے حسابات کا تناسب ۸۲۲ فیصد رہا۔ ۱۹۸۱ء میں اسیوط، اسکندریہ اور ازہر میں نئی برانچیں کھولی جائیں گی۔ اگلے سال مزید تین برانچیں طنطا، سویز اور مصر الجدیدہ میں قائم کی جائیں گی۔ بنک کی اس رپورٹ پر ماہرین نے اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ سوڈان کے فیصل اسلامی بنک کی تازہ رپورٹ بھی تحریک اسلامی کے حلقوں میں مسرت کا موجب بنی ہوئی ہے۔

**کویت کا اسلامی بنک**

۱۹۷۷ء ہی کی بات ہے کہ کویت کے مسلمان تاجروں نے بھی اس میدان میں قدم رکھ دیا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کویت مالدار ترین عرب ملک ہے۔ اور کویت ہو یا دوسرے خوشحال عرب ممالک سب کا بیشتر سرمایہ یورپی اور امریکی بنکوں کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اور یوں مسلمانوں کے سرمائے سے یہودی اور عیسائی ادارے دُنیا کے اندر سُودی نظام کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ کویت کی اسلامی تحریک کی تگ ودو کے نتیجے میں کویتی تاجروں کی معتدبہ تعداد نے مل کر کویت میں اسلامی بنک کی طرح ڈال دی۔ اس کا نام ہے بیت التمویل الکویتی (کویت فنانس ہاؤس) آغاز میں اُس کا راس المال دس ملین کویتی دینار تھا، جسے دس ملین حصص میں بانٹ دیا گیا۔ اور ایک حصّہ کی قیمت ایک دینار رکھی گئی۔ ان تین سالوں کے اندر کویتی فنانس ہاؤس نے جو ترقی کی ہے، وہ بھی کویت کے مسلمانوں کے لیے خوش آیند مستقبل کی نوید ہے۔ یہ بنک دوسرے اسلامی بنکوں کی طرح ہر نوعیت کے حسابات رکھتا ہے۔ جاری کھاتہ، بچت کھاتہ اور میعادی کھاتہ۔ تینوں کھاتوں میں اُس نے بیکاری شروع کر رکھی ہے۔ بنک قرض کا لین دین کرنے کے بجائے شرکت اور مضاربت کے اصولوں پر کام کرتا ہے اور خود براہ راست سرمایہ کاری بھی۔ جائدادوں کی خرید وفروخت، عمارات کی تعمیر، زرمبادلہ کی خرید وفروخت اور مالی دستاویزات کا اجراء اور لیٹر آف کریڈٹ کا اجراء اس کے کاروباری میدان ہیں۔ مشارکت، مضاربت اور مرابحت کے اسلامی اصول اس کے کاروبار کی حدود ہیں۔ اس بنک نے فقہ اسلامی کے نام سے ایک شعبہ کھول رکھا ہے اور اس کے اندر ایک نامور ازہری عالم دین کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ جو بنک کو قدم قدم پر شرعی اصولوں کی

روشنی میں مشورے دیتے ہیں۔ اور کسی ایسے غلط کاروبار سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ بنک کے چیئرمین جناب احمد البزیع لیسین خود بھی اسلامی علوم سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور کویت کی اسلامی تنظیم جمعیت الاصلاح کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ یہ جمعیت کویت میں صحیح اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلامی شریعت کے نفاذ کی علمبردار ہے۔

سال رواں میں کویتی فنانس ہاؤس نے میعادی کھاتے داروں کے لیے جس حلال منافع کا اعلان کیا ہے۔ وہ ۴ء۵ فیصد ہے۔ جب کہ کویت ہی کے سودی بنکوں نے میعادی کھاتوں پر ساڑھے گیارہ فیصد سے زیادہ سود نہیں دیا۔ عوام الناس کا رجحان بھی اس بنک کی طرف بہت بڑھ رہا ہے۔ سالِ رواں میں اس نے تین نئی شاخیں کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مرکزی شاخ میں عورتوں کے لیے الگ اور باپردہ شعبہ کھولا گیا ہے۔ جہاں بنک کے تمام کاموں کے لیے خواتین مقرر کی گئی ہیں۔ یعنی حساب دانی کے فرائض سرانجام دینے والی اور کمپیوٹر پر کام کرنے والی اور رقم کا لین دین کرنے والی سب اسلام پسند خواتین ہیں۔

**عمان کا اسلامی بنک**

اگلے ہی سال یعنی ۱۹۷۸ء میں اسلامی بنک آف عمان کا قیام عمل میں آگیا۔ اور اُردن کے مسلمان بھی اس مبارک قافلے میں شریک ہو گئے۔ اس بنک نے چار ملین اُردنی دینار کے ابتدائی سرمائے کو چار ملین حصوں میں تقسیم کر کے کام کا آغاز کر دیا۔ علمائے اسلام کی ایک قابل قدر ٹیم اس کی قانونی اور شرعی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اور وہ ہر مسلمان جو سود سے اپنا دامن پاک رکھنا چاہتا ہے سودی بنکوں کے بجائے اسلامی بنک میں سرمایہ جمع کروا رہا ہے۔ گو ملکی اور غیر ملکی سودی بنک حوصلہ شکنی اور درپردہ سازشوں میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رہے ــــــ مگر اس سب کے باوجود مسلم سرمائے کا بہاؤ اسلامی بنک کی طرف جاری ہے۔ علی الخصوص نوجوان طبقہ جو تیزی کے ساتھ اسلامی تحریک سے متاثر ہو رہا ہے ہر قیمت پر اسلامی بنک کو کامیاب کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔

**بحرین میں اسلامی بنک**

۱۹۷۹ء میں اسلامی بنک آف بحرین کے قیام کی خوشخبری پہنچی۔ اس کے قیام کے لیے بحرین کی جمعیت اصلاح کے صدر جناب عبدالرحمن الجودر کی تگ و دو خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ تاہم یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ بحرین اور کویت دونوں جگہ مقامی حکومتوں نے بھی تعاون کیا ہے اور اسلامی بنکوں کو سرکاری تحفظ دے کر اُن کے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔ اسلامی بنک آف بحرین

کی تاسیس میں مقامی سرمائے کے علاوہ اسلامی ترقیاتی بنک کا تعاون بھی خوشگوار صورت میں ہوا ہے۔ یعنی یہ بنک جس نے بیس ملین بحرینی دینار کے سرمائے سے دس ملین حصص سے اپنی مہم کا افتتاح کیا ہے اُس میں بنیادی سرمائے کا ۱۵ فی صد اسلامی ترقیاتی بنک نے ادا کیا ہے۔ قطر میں بھی اسلامی بنک کے اجراء کا نظریہ پایا جاتا تھا۔ مگر قطر کے وزیر داخلہ شیخ جاسم خلیفہ نے راقم کو بتایا کہ بعض عناصر کے افسوسناک رویے کی وجہ سے یہ اسکیم ختم کر دی گئی ہے۔

**پاکستان کے بنکوں میں غیر سودی کاؤنٹر**

۱۹۸۰ء کا سال پاکستان کے حصے میں آیا، اور حکومتِ پاکستان نے ایک فرمان کے ذریعے تمام ملکی بنکوں کے اندر غیر سودی کاؤنٹر کھول دیے۔ لیکن اسلامی بنکوں کی بہ نسبت پاکستان کا طریقِ کار مختلف ہے۔ پیچھے جتنے بنک ہم نے گنوائے ہیں۔ وہ ایک الگ اور مستقل ادارے کی حیثیت سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اُن کو چلانے کے لیے بھی ہر جگہ ایسی مشینری فراہم کی جا رہی ہے جو اخلاص اور اسلامی شعور دونوں جذبوں کے ساتھ بنکاری کے اُمور کو سرانجام دے۔ مگر پاکستان نے مخلوط طریقہ اختیار کیا ہے اور پرانے سودی اداروں، سودی ماہرین اور سودی حساب دانوں کو ایک اضافی خدمت پر بھی سپرد کر دی ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے سودی نظام کو چلائیں اور دوسرے ہاتھ سے غیر سودی بنکاری کے تجربے کریں۔ مزید برآں یہ کہ غیر سودی نظام تو نفع و نقصان کے اُصولوں پر قائم ہے، مگر اس کے مقابلے میں سودی ذہن رکھنے والوں نے ساتھ ہی دفاعی بچت کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے اور اُن پر ۱۴ فیصد قطعی سود دینے کا اعلان بھی کر رکھا ہے۔ اور پروپیگنڈے کی مہم بھی چلا رکھی ہے۔ پاکستان میں اسلام کے بارے میں جو دوغلی پالیسی چل رہی ہے اس کے اثرات غیر سودی شعبے پر بھی پڑے ہیں۔ غیر سودی بنیادوں پر حاصل کیے گئے سرمائے کو استعمال کرنے کا بھی جو طریق سامنے آیا ہے۔ وہ شکوک و شبہات سے خالی نہیں ہے۔

**مزید ترقی**

یہ چند اسلامی بنکوں کا ہم نے آپ کے سامنے تعارف پیش کیا ہے۔ ایک اسلامی بنک جنیوا (سوئٹزرلینڈ) میں بھی قائم ہو چکا ہے۔ اور اس وقت کارکردگی اور پیش قدمی کے لحاظ سے جو تین اسلامی بنک سرفہرست ہیں اُن میں سے ایک ہے۔ یعنی فیصل اسلامی بنک سوڈان اور فیصل اسلامی بنک مصر اور تیسرا اسلامی بنک آف جنیوا۔ اسلامی بنکوں کے عالمی وفاق کے سربراہ

امیر محمد الفیصل کا بیان ہے کہ عوامی پیمانے پر اسلامی بنکوں کے قیام کے لیے اب تک ۲۱ درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بالفعل ۱۱۔ ایسے مالی ادارے قائم کیے جا چکے ہیں جن کی بنیاد شریعتِ اسلامی پر رکھی گئی ہے۔ ایک خلیج سرمایہ کاری کمپنی، دو اسلامی انشورنس کمپنیاں اور ۹ اسلامی بنک۔

**اسلامی بنکوں کا بنیادی نظریہ**

اسلامی بنکوں کے اندر جو بنیادی نظریہ کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بنک لوگوں کو نقد سرمایہ قرض پر نہیں دیتے، جس طرح سودی بنک سود پر سرمایہ لگاتے ہیں، اور کبھی سرمائے کا سیلاب اُٹھا دیتے ہیں۔ اور کبھی قحط پیدا کرتے رہتے ہیں۔ نئے اسلامی بنک کاروبار میں مشارکت و مضاربت تک محدود رہتے ہیں۔ اس طرح ایک تو نقد سرمائے سے جو غلط نوعیت کے کاروبار چلائے جاتے ہیں وہ نہیں ہوتے۔ اور دوسرے کاروبار میں بنک حصہ لے کر مُلکی معیشت کو متحرک کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسلامی بنکوں کا دوسرا بنیادی نظریہ خود کرنسی کے اساسی تصور سے متعلق ہے۔ مغرب کے ماہرینِ اقتصادیات روپے کو سامان قرار دیتے ہیں۔ یعنی جیسے انسان کے لیے زمین اور جائداد اور مشینری سامان ہے، اسی طرح روپیہ بذاتِ خود ایک سامان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ماہرین جس طرح زمین، عمارت، جائداد اور مشینری وغیرہ کو کرائے پر دے کر نفع حاصل کرنے کو درست سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نقد روپے کو کرائے پر دینا بھی درست سمجھتے ہیں۔ اور اسی کا نام سُود ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی بنک اور مسلم ماہرینِ اقتصاد روپے کو فی نفسہٖ سامان یا جنس (COMMODITY) نہیں بلکہ ذریعۂ حصولِ سامان و اجناس سمجھتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں نقود قیمت نہیں ہیں بلکہ نقود قیمت کا پیمانہ ہیں یعنی نقود فی نفسہٖ قیمت نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ اُن کی قیمت وہ خدمات ہیں یا وہ اجناس ہیں جو اُن کے ذریعے سے خریدی جا سکتی ہیں۔ اسی تصور نے اسلامی بنکوں کا راستہ بنیادی طور پر سُودی بنکوں سے الگ کر دیا ہے۔

اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ امیر محمد الفیصل اسلامی بنکوں کے قیام میں خصوصی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں خوش کُن پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھ مسلم ماہرینِ اقتصادیات کی عمدہ ٹیم لگا رکھی ہے۔ اس بنا پر اُمید کرنی چاہیے کہ یہ تحریک نہایت ٹھوس اور صحیح خطوط پر یقیناً آگے بڑھتی رہے گی۔ اتحاد البنوک الاسلامیہ (اسلامی بنکوں کے وفاق) کے نام سے ایک ادارہ چار سال پیشتر مکہ معظمہ میں قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارے کے سربراہ بھی امیر محمد الفیصل ہیں۔ اس کا مقصد اسلامی بنکوں

کے مابین ہم آہنگی اور تعاون کو بروئے کار لانا ہے تاکہ یہ بنک اپنے مسائل مل کر حل کریں، یکساں پالیسی اختیار کریں۔ اور اتفاقِ باہم سے نئے اسلامی بنک قائم کریں۔ ظاہر ہے کہ اس مرحلے پر عالمی سودی نظام کا سامنا کرنے کے لیے متحدہ محاذ کا وجود امر ناگزیر ہے۔ اسلامی بنکوں کے وفاق کا ایک باضابطہ نظام وضع کر لیا گیا ہے، اسی نظام کے تحت اسلامی بنکوں نے اس کی رکنیت اختیار کی ہے۔

عربی کا محاورہ ہے: الحاجة ام الاختراع (ضرورت ایجاد کی ماں ہے)۔ اسلامی بنکوں کی تحریک کو بھی ایجاد کا سہارا لینا پڑا ہے۔ درحقیقت جیسے جیسے اسلامی بنک کھلتے جا رہے ہیں۔ یہ احساس بھی شدت سے ابھر رہا ہے کہ ان بنکوں کی سلامتی اور کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے کہ انھیں نہایت لائق، قابل اور محنتی سٹاف میسر آ جائے۔ عام بنکوں کی نسبت اسلامی بنکوں کا سٹاف دو خوبیوں سے بہرہ مند ہونا چاہیے۔ ایک جدید بنکنگ سے بھرپور واقفیت اور دوسرے اسلامی احکام اور تقاضوں کا لازمی علم اور پھر ان کو جدید حالات پر منطبق کرنے کی مطلوبہ صلاحیت۔ چنانچہ اس احساس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسلامی بنکوں کی تحریک نے ایک نہایت مؤثر قدم اٹھایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:۔

اسلامی بنکوں کی تحریک نے ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۱ء کو قبرص کے مشرقی ساحل پر واقع شہر فاماگوستا میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ قبرص میں ایک ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام ہو: "انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بنکنگ اینڈ اکنامکس"۔ یہ اجتماع اس لحاظ سے نہایت کامیاب رہا ہے کہ اس میں مسلم ممالک کے کئی قابلِ ذکر ادارے شریک ہوئے ہیں۔ ان اداروں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی بنکوں کی تحریک، سرمایہ کاری کے دوش بدوش "انسان سازی" کی ضرورت بھی محسوس کرتی ہے۔ اور مسلم ممالک کا سنجیدہ عنصر اس تحریک کی کامیابی اور ترقی کے لیے ہر ممکن تعاون کرنے کے لیے تیار ہے۔ شریک اداروں کے نام یہ ہیں:۔

۱ — ازہر یونیورسٹی، مصر
۲ — ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ، سعودیہ
۳ — ملک فیصل یونیورسٹی دمام، سعودیہ
۴ — اسلامی یونیورسٹی ام درمان، سوڈان
۵ — فیصل فاؤنڈیشن، سعودیہ
۶ — ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ، سعودیہ۔

۷- متحدہ عرب امارات یونیورسٹی ، ابوظبی
۸- امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ، ریاض۔
۹- استنبول یونیورسٹی ، ترکی
۱۰- ملایا یونیورسٹی ، ملائیشیا۔
۱۱- اسلامی یونیورسٹی بینڈونگ ، انڈونیشیا
۱۲- عرب تربیتی بیورو برائے ممالک خلیج۔
۱۳- قائد اعظم یونیورسٹی ، اسلام آباد
۱۴- اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔
۱۵- نیشنل یونیورسٹی ، ملائیشیا۔
۱۶- سائنٹیفک ریسرچ سنٹر استنبول
۱۷- اسلامی بنکوں کا بین الاقوامی وفاق
۱۸- شیخ احمد صلاح جمجوم (ذاتی حیثیت میں)

اس اجتماع میں کچھ ادارے مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ مثلاً دارالافتاء سعودی عرب، اسلامی سکرٹریٹ، اسلامک کونسل آف یورپ، مدارس اسلامیہ کا عالمی وفاق، سنٹرل بنک ترکی۔

روزنامہ المدینہ جدہ کا نامہ نگار لکھتا ہے :۔

" مذکورہ اداروں کے تمام نمائندوں اور علماء اور مفکرین نے اس ورکنگ پیپر کو منظور کر لیا جو اس ادارے کے قیام کے لیے اسلامی بنکوں کے بین الاقوامی وفاق نے تیار کیا تھا۔ اور جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ جو اسلامی معاشرہ خدا کے قانون کا نفاذ چاہتا ہے اُسے اپنے لیے دو بنیادی ستون فراہم کرنا لازمی ہیں :۔

ایک مختلف مسائل زندگی کے بارے میں عام طور پر اور مالی اور اقتصادی مسائل کے بارے میں خاص طور پر اسلامی احکام کا علم اور

دوسرا انسانی زندگی کے ان حالات کی مشکلات کا علم جن پر اسلامی احکام کو منطبق کیا جائے "

(المدینہ - جدہ شمارہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء)

چنانچہ ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شرکائے اجتماع نے اسلامی بنک کاری اور اقتصادیات کا بین الاقوامی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس ادارے کا مرکز قبرص ہوگا۔ اس کے اغراض و مقاصد یہ ہوں گے :۔

۱- جامع اسلامی اقتصادی نظام کی تدوین۔

۲- ایسے کارکن تیار کرنا جو اسلامی علوم اور اقتصادیات کے میدان میں تخصیص رکھتے ہوں تاکہ وہ اسلام کے اقتصادی نظام کو صحیح پیمانے پر ترقی دے سکیں۔

۳۔ ایسے کارآمد افراد تیار کرنا جو اسلامی یونیورسٹیوں کے اندر اقتصادیات کے شعبوں میں علمی تحقیق و تربیت کی ذمہ داری اٹھا سکتے ہوں۔

۴۔ ایسے علمی اور اخلاقی ضوابط وضع کرنا جو اس امر کی ضمانت دیں کہ مالیات کے اسلامی ادارے عملی میدان میں اسلامی شریعت کی پابندی کریں۔

اس ادارے کی تاسیس میں جن علمی اور اسلامی اداروں نے حصہ لیا ہے۔ ان کی فیس رکنیت پچاس ہزار ڈالر اور افراد کی فیس رکنیت ایک ہزار ڈالر رکھی گئی ہے۔ سات ارکان پر مشتمل انتظامیہ تشکیل دی گئی ہے۔ جن میں شیخ احمد صلاح جمجوم، اسلامی بنکوں کے عالمی وفاق کی جانب سے ڈاکٹر حسین حامد، ڈاکٹر عبداللہ نصیف ریکٹر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ اور ڈاکٹر محمد الطیب النجار ریکٹر ازہر یونیورسٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس ادارے کے صدر امیر محمد الفیصل اور سیکرٹری جنرل ڈاکٹر احمد النجار منتخب ہوئے ہیں۔

احمد صلاح جمجوم نے جو اس ادارے کی انتظامیہ کے رکن منتخب ہوئے ہیں، ادارے کے طریق کار کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ "یہ بات سب جانتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں اقتصادی موضوع پر بکثرت مواد پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ مواد ایک قیمتی خزانہ ہے۔ مگر یہ خزانہ اس وقت نگاہوں سے اوجھل ہے۔ بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی بنکاری و اقتصادیات پہلے مرحلے میں یہ کوشش کرے گا کہ اس میں کچھ ایسے اسکالر داخل کیے جائیں جو فقہی مواد کے اندر غواصی کرنے کے ساتھ ساتھ مسائل کا استنباط و استخراج کرنے کی مشق کریں۔ اور پھر ان تمام چیزوں کو فکرِ حاضر کی زبان و اسلوب میں مرتب کریں۔ نیز دورِ حاضر کی مغربی اقتصادیات کے ساتھ اسلامی اقتصادیات کا موازنہ بھی کریں۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس ادارے میں ایسے کارکن اور ماہرین تیار کریں جو مالی امور اور بنکنگ کے معاملات میں اچھا درک حاصل کر لیں اور اسلامی بنکوں کے اندر عملاً مختلف خدمات سرانجام دے سکیں"۔

اسلامی بنکوں کی کامیابی تین بنیادی چیزوں کی مرہونِ منت ہے۔ ایک خود مسلمانوں کے اصحابِ ثروت حضرات کا تعاون کہ وہ اپنے مالی ذرائع خدا و رسولؐ کے خلاف جنگ میں جھونکنے کے بجائے غیر سودی اسلامی بنکوں کے حوالے کریں۔ چنانچہ اسلامی تحریکوں کی جدوجہد اور مصلحین امت کے مسلسل

جہاد کی بدولت اب یہ رغبت تو مسلمانوں کے اندر پیدا ہو چکی ہے کہ اگر ان کے سرمائے کو تحفظ ملے تو وہ یقیناً غیر سودی بنکوں ہی کی طرف رُخ کریں گے۔ چنانچہ جن جن ملکوں میں اسلامی بنک قائم کیے گئے ہیں انہیں سرمائے کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی، بلکہ بعض اسلامی بنکوں کی جانب سرمائے کا اس قدر رُخ بڑھ چکا ہے کہ وہ بنک اپنے انتظامی وسائل کی کمی کی وجہ سے اس سرمائے کو سنبھالنے میں دقت محسوس کر رہے ہیں۔ مثلاً کویت کے اسلامی بنک کا اس وقت یہی حال ہے۔ دوسری بنیادی چیز یہ ہے کہ ان بنکوں کو ایسی انتظامی مشینری فراہم ہو جائے کہ وہ سودی بنکوں کے مقابلے میں بہترین خدمات کا ثبوت بھی فراہم کر سکیں۔ اور بنکاری کو شرعی نقطہ نظر سے کسی پہلو سے مجروح بھی نہ ہونے دیں۔ اس بنیادی چیز کو فراہم کرنے کے لیے اسلامی بنکوں کی تحریک نے قبرص میں مذکورہ بالا ادارہ قائم کر دیا ہے۔ جو انشاء اللہ آئندہ قلیل عرصے کے اندر اپنے نتائج واضح کر دے گا۔ تیسری بنیادی چیز یہ ہے کہ اسلامی بنکوں کو جو سرمایہ فراہم ہو اُسے صحیح بنیادوں پر استعمال کیا جائے۔ بلکہ اُسے صحیح خطوط پر لگانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کیے جائیں تاکہ نہ صرف سرمایہ قدرتی رفتار سے نمو پذیر ہو بلکہ اس کی بدولت مسلم ممالک کے اندر مختلف صنعتی، زرعی اور دیگر مفید منصوبوں کے اندر سرگرمی پیدا ہو۔ اور مجموعی طور پر مسلمان ممالک ترقی و خوشحالی سے ہمکنار ہوں۔

اس آخری چیز کو بروئے کار لانے کے لیے امیر محمد الفیصل کی جو اسکیم پچھلے دنوں پریس میں آئی ہے وہ نہایت قابل غور ہے۔ ریاض کے ہفت روزہ الدعوۃ کے مطابق اس اسکیم کا خلاصہ یہ ہے:

"امیر محمد الفیصل نے جو اسلامی بنکوں کے بین الاقوامی وفاق کے صدر ہیں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ پانچ سالوں کے اندر مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک میں ۲۳ اسلامی بنک قائم کریں گے۔ نیز وہ ۳۰ ایسی کمپنیاں قائم کریں گے جن کا نام کفالت کمپنیاں ہوگا۔ اور جو موجودہ انشورنس کمپنیوں کے مقابلے میں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ایک متبادل نظام کی حیثیت سے وجود میں آئیں گی۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کے لیے ۱۸ کمپنیاں جاری کریں گے۔ جن کے ذریعے سے بنکوں اور کفالت کمپنیوں کے سرمائے کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔ امیر محمد الفیصل نے کہا ہے کہ یہ تمام مالی ادارے دراصل ایک ایسا جامع اور مربوط نظام ہوں گے، جو عالم اسلام کی ترقی و خوشحالی کے لیے بنیادی وسائل و ذرائع سے بہرہ مند ہوگا۔"

امیر محمد الفیصل نے اسلامی دار المال کے نام سے ایک مالی ادارے کے قیام کا اعلان کر دیا ہے، جس کا سرمایہ آٹھ سو ملین (۸۰ کروڑ) ڈالر رکھا گیا ہے۔ امیر نے ایک حصے کی قیمت ایک ڈالر رکھ کر اسلامی دار المال کے حصص مسلمانوں کے اندر فروخت کے لیے کھول دیے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اسلامی دار المال کے قیام کی تجویز ۱۹۷۰ء سے چلی آ رہی ہے جسے اب عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اسلامی دار المال کی حیثیت کسی مخصوص ملک اور رنگ سے وابستہ نہیں ہے۔ اس کی حیثیت اور اس کا دین اسلام ہے۔"

(الدعوۃ - ریاض ۱۸ مئی ۱۹۸۱ء)

سعودی عرب کی علماء کی سپریم کونسل کی طرف سے اسلامی دار المال کی مکمل اسکیم اور قواعد و ضوابط کا مطالعہ کرنے کے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ اسکیم بالکل درست اور صحیح ہے۔ کونسل نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ اس اسکیم کے تحت اپنا سرمایہ لگائیں۔ دار المال کا موجودہ عارضی مرکز جنیوا ہو گا جسے بعد میں آئندہ کسی مسلمان ملک کے اندر منتقل کیا جائے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دار المال کے لیے جنیوا کو بطور مرکز کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ اس کا جواب خلیج سرمایہ کاری کمپنی کے وائس چیئرمین ڈاکٹر مصطفےٰ کامل نے یہ دیا ہے کہ دار المال کے لیے مصر کو بھی مرکز بنایا جا سکتا تھا۔ لیکن مصر کا موجودہ دیوانی قانون جو زیادہ تر فرانسیسی قانون سے ماخوذ ہے اور ۱۹۳۸ء سے نافذ ہے کسی کاروباری کمپنی کو نفع و نقصان کے اصول پر کاروبار کرنے کی کھلی اجازت نہیں دیتا۔ جب کہ سوئٹزرلینڈ کا موجودہ دیوانی قانون مجریہ ۱۸۷۰ء اس امر میں مانع نہیں ہوتا کہ سوئٹزرلینڈ میں نفع و نقصان کی اساس پر سرمایہ لگایا جائے۔ تاہم ہمارا یہ فیصلہ کہ جنیوا دار المال کا مرکز ہو، عارضی ہے۔ آئندہ کسی مسلم ملک کو ہی منتخب کیا جائے گا۔

(الدعوۃ - ریاض یکم جون ۱۹۸۱ء)

---

ماہنامہ
سیارہ ——— افغانستان نمبر
پیغامات، تاثرات، نظمیں، مقالات، انٹرویو، ڈائری، نقشہ ۔۔۔ ۴۰۰ صفحات۔ رنگین ٹائٹل۔
قیمت ۳۰/- روپے

# امام ابن تیمیہؒ

## ۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ

از جناب عبد الرشید عراقی

(۴)

**امام ابن تیمیہ اسکندریہ میں** امام ابن تیمیہؒ جب مصر سے اسکندریہ کو روانہ ہوئے تو ایک جم غفیر نے آپ کو شاہانہ اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ جب آپ اسکندریہ پہنچ کر دربارشاہی میں پہنچے تو سلطان نے خود چند قدم آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ سلطان کے ساتھ مصر و شام کے قضاۃ اور علمائے کرام بھی تھے۔ قاضی جمال الدین ابن القلانسی جو اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے ابن تیمیہ کی آمد اور سلطان کے استقبال کا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے، جس کو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ قاضی جمال الدین بیان کرتے ہیں۔

"جس وقت سلطان کو اطلاع ملی کہ ابن تیمیہ پہنچ گئے ہیں۔ وہ سرو قد کھڑا ہو گیا۔ اور ایوانِ سلطنت کے کنارے تک چل کر آیا۔ وہاں دونوں کی ملاقات اور معانقہ ہوا۔ سلطان ابن تیمیہؒ کو لیے ہوئے قصرِ شاہی کی اس منزل کی طرف آیا، جس کی کھڑکی باغ کی طرف کھلتی ہے۔ وہاں دونوں تنہا ایک گھڑی بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پھر دونوں دربار کی طرف اس حیثیت سے آئے کہ شیخ کا ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں تھا۔ سلطان بیٹھ گیا۔ اس کے دائیں جانب ابن جماعہ، قاضی مصر، بائیں طرف ابن الخلیلی وزیر سلطنت تھے۔ ابن تیمیہ سلطان کے سامنے اس کے مسند کے پاس بیٹھے تھے۔ وزیر نے اس وقت یہ درخواست دی کہ اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) کو سفید عماموں کے استعمال کی اجازت